22 JUN 2000

## خشک سالی کے محرکات اور سد باب

جس مصیبت میں اس وقت ملک اور اس کی آبادی کا ایک معتد بہ حصہ مبتلا ہے یہ چشم زدن میں وارد نہیں ہوئی۔ اللہ نے جن کو بصیرت دی ہے وہ قوم اور اس کی قیادتوں کو میچ میں کر متوجہ کر رہے تھے کہ وہ تباہی کی طرف بڑھ رہے ہیں لیکن افسوس کہ عاقبت نا اندیش قیادتوں نے وطن اور اہل وطن کی فکر نہ کی، قومی زندگی اور سماجی ترقی کی صحیح ترجمان مقررنہ کیں نتیجہ یہ ہوا کہ جو ملک پچاس سال پہلے بر عظیم کی نصف سے زیادہ غذائی ضروریات پوری کر رہا تھا، وہ دوسرے ملکوں سے اشیائے خوردو نوش در آمد کرنے کا محتاج ہو گیا ہے۔ اب نوبت فاقہ کشی تک آگئی ہے اور جان و مال کا اختلاف اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ پاکستان کے بارے میں اس خطرے تک کا اظہار کیا جانے لگا ہے کہ کہیں خدا نخواستہ ہمارا بھی حشر صومالیہ اور ایتھوپیا جیسا نہ ہو ؟

بات یہاں تک کیوں اور کیسے پہنچی ؟ اس کے بڑے ملط معاشی حکمت عملی، جس میں ملک کے اصل حقائق پر صرف نظر کر کے محض بیرونی امداد کے حصول اور عالمی بالیاتی اداروں کے اشاروں پر ترقیاتی پالیسیاں بنائی گئیں۔ زراعت جو 70 فیصد آبادی کی کفیل، صنعت کے لئے 80 فیصد خام مال کا ذریعہ اور زر مبادلہ کمانے کا سب سے بڑا منبع ہے، اسے غیر شعوری ہی نہیں بلکہ شعوری طور پر بھی نظر انداز کیا گیا ہے اور اس طرح خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماری گئی۔ 2 جود انحصاری کے راستے کو ترک کر کے بیرونی ممالک کی محتاجی اور عالمی نظام کا کاسہ لیسی کا رویہ اختیار کیا گیا جس نے معیشت کے تمام اہم شعبوں کو متاثر کیا، نہ زراعت ترقی کر سکی اور نہ صنعت کا مضبوط اور مستحکم نظام قائم ہو سکا۔ مخسارے کی مالیات نے ایک طرف افراط زر کے سیلاب کو جنم دیا اور دوسری طرف بار بار کے تخفیف زر نے بیرونی منڈیوں میں ہمارے زر کو زر کم عیار " بنادیا۔ فرنسوں کا بار معیشت پر پہاڑ کی مانند مسلط ہو گیا جو آج ملکی سلامتی اور حاکمیت کے لئے بھی خطرہ بن چکا ہے۔

پانی کی رسد کے ہمہ پہلوؤں کو نہ صرف نظر انداز کیا گیا بلکہ سیاسی بازی گری اور علاقائی مفاد پرستی کے جھگڑوں میں 3 اس طرح الجھا دیا گیا کہ آج پورا ملک نقصان اتھا رہا ہے۔ اگر اب بھی معاملات کو ملکی مفاد، انصاف اور دانشمندی سے حل نہ کیا گیا تو مستقبل بڑا ہی تاریک ہو نیکتا ہے۔ حالیہ بحران برف کے اصل تو دے کا صرف ایک چھوٹا سا گوشہ

عبرت کا ایک تازیانہ ہے تاکہ اب بھی یہ قوم خطرات کو بھانپ کر آنے والے طوفان کے لئے سفینہ بنالے اور - چھتیں پاٹنے کا کام انجام دے لے۔ پانی کے مسئلے کے تین پہلو ہیں: پانی کی مقدار کہ کس طرح ضرورت کے مطابق فراہمی آب کا منصوبہ بنایا جائے۔ دوسرا: جو پانی میر ہے اس کی صحیح تقسیم ، ترسیل اور استعمال اور تیسرا : ملکی حالات و وسائل کو سامنے رکھتے ہوئے صحیح زرعی ٹیکنالوجی اور طریق کاشت تاکہ بہترین استعمال کے ذریعے اعلیٰ ترین نتائج پیداوار حاصل کئے جاسکیں۔ !اس وقت تک ان تینوں پہلوؤں سے ہماری پالیسی خام، ناکارہ فرسودہ اور غیر حقیقت پسندانہ رہی ہے۔ اور کرپشن اس پر مستزاد

اصلاحات کا مسئلہ بھی زراعت کے بنیادی مسائل میں سے ہے۔ چھ سو خاندان آج بھی دو نام نہاد زرعی اصلاحات کے باوجود 55,504 فیصد زیر کاشت رقبے پر قابض ہیں اور زراعت اور سیاست دونوں میں اپنی مین مانی کر رہے ہیں۔ بنیادی زرعی اصلاحات اور تقسیم اراضی کے صحت مند نظام کے بغیر زراعت کا نقشہ بدلنا مشکل ہے۔ نیز اس کی وجہ سے دولت کی تقسیم میں شدید ناہمواری رو نما ہوئی ہے اور زراعت میں غربت کا تناسب خطرناک حد تک زیادہ اور روز افزوں ہے۔ حالیہ خشک سالی اور قحط نے بھی سب سے زیادہ متاثر ان افراد کو کیا ہے جو پہلے ہی غربت کا شکار تھے یہی وجہ ہے کہ تقسیم دولت اور روزگار کے مواقع کی فراہمی کے مؤثر نظام کے بغیر زراعت کی بنیاد کو مضبوط نہیں کیا جا سکتا اور بحیثیت مجموعی معاشرہ سے ظلم، غربت اور محتاجی کا خاتمہ نہیں کیا جا سکتا۔

جدید تحقیقات سے ایک پہلو یہ بھی سامنے آتا ہے اور اس میں نوبل انعام یافتہ ماہر معاشیات امر تا یاسین کی تحقیقات بڑی چشم 5 کشا ہیں کہ قحط اور بیرونی سامراج اور قحط اور آمرانہ / غیر جمہوری نظام حکمرانی کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ جو نظام شوری، آزادی اظہار، احتساب اور جواب رہی، قانون کی حکمرانی اور انصاف کی فراہمی پر مبنی ہو گا۔ اس میں غربت ، قحط اور عام ہلاکت تک نہیں پہنچتی۔ یہ صور تحال پیدا ہی وہاں پر ہوتی ہے جہاں اصلاح کے دروازے بند ہوں اور مقامی سطح سے لے کر اوپر تک اقتدار کا ارتکاز ہو اور جواب دہی کا فقدان ہو۔

طبعی حالات اور بارشوں کی کثرت و قلت اپنی جگہ لیکن صورتحال کو بگاڑنے اور خرابی کو اس مقام تک پہنچانے میں مندرجہ بالا پانچ عوامل کا بڑا ہاتھ ہے۔

پاکستان جن حالات میں قائم ہوا اور کیبنٹ مشن پلان کی ناکامی کے بعد برطانیہ اور کانگریس کے گٹھ جوڑ کے تحت 14 اگست 1947ء کو جو آزادی قبول کرنا پڑی ان میں فطری طور پر وہ تیاری نہیں ہو سکی جو انتقال اقتدار اور استحکام اقتدار کے لئے ضروری تھی۔ ریڈ کلف ایوارڈ اور پنجاب کی تقسیم کا ایسا نقشہ جس میں تین دریاؤں کے ہیڈ ورکس بھارت کے قبضے میں جا میں بھارت نے پانی 1948رہے تھے اور دریاؤں کا منبع بھی ان کے اقتدار میں رہتا تھا، خطرے کی گھنٹی تھا یہی ہوا کہ اپریل کا مسئلہ کھڑا کر دیا۔ 1960ء میں سندھ طاس معاہدے کی شکل میں مسئلے کا ایک حل بنا جو بڑی حد تک بھارت کے حق میں تھا اور جس کے ذریعے اسے تین دریاؤں پر عمل اختیار حاصل ہو گیا۔ پاکستان کو تقریباً 23 ملین ایکٹر فٹ پانی کا نقصان ہوا جس کی تلافی منگلا اور تربیلا کے 13 ملین ایکڑ فٹ پانی کے باوجود نہیں ہو سکی۔ پاکستان کو اپنے پورے نظام آب پاشی کو نئی نہروں کے ذریعے اپنے حصے کے تین دریاؤں سے مربوط کرنا پڑا۔ 1967ء میں منگلا اور 1976ء میں تربیلا ڈیم نئے نظام کی حیثیت سے موثر ہوئے لیکن اس کے بعد جو اقدامات کئے جانے چاہئیں تھے وہ باہمی سیاسی چپقلش کی نذر ہو گئے اور پانی کی فراہمی اور تقسیم دونوں ہی کے بارے میں اتفاق رائے سے کوئی نظام نہ بن سکا۔ پاکستان کے حصے کے تین دریاؤں سے کل پانی جو حاصل ہو رہا ہے وہ 140 ملین ایکٹر فٹ ہے جس میں سے 106 ملین ایکٹر فٹ زراعت کیلئے استعمال ہو رہا ہے اور تقریباً 34 ملین ایکٹر فٹ سمندر میں جا رہا ہے۔ اس کا دو تہائی یا اس سے بھی زیادہ زراعت اور بجلی سازی کے لئے استعمال ہو سکتا ہے لیکن اس کے لئے کوئی قابل عمل منصوبہ آج تک نہیں بن سکا۔ زیر زمین پانی سے 48 ملین ایکڑ فٹ آبپاشی کے لئے استعمال ہو رہا ہے۔ اس کا بھی 40 فیصد درمیان میں ضائع ہو جاتا ہے اور حقیقی آب پاشی کے لئے استعمال نہیں ہو پا رہا۔ پھر تر بیلا اور منگلا میں گارے کی سطح بلند ہونے کی وجہ سے ان کی صلاحیت میں 24 فیصد کی کمی ہو چکی ہے جس کا اگر بر وقت تدارک نہ ہوا تو 2013 ء کے . بعد ملک شدید بحران کا شکار ہو سکتا ہے۔ نہروں کے نظام کی خرابیوں اور با اثر افراد کی درانداز یوں کی وجہ سے بھی پانی کی تقسیم میں بے شمار خرابیاں رونما ہوتی ہیں۔ پھر سیم اور تھور کے مسائل ہیں۔ نہروں کے پختہ نہ ہونے کی وجہ سے کے مسائل ہیں۔ نہروں کا پورا نظام 1873ء کے ایک قانون کے تحت چلایا جا رہا ہے جسے نئے حالات کے مطابق مکمل طور پر از سر نو مرتب کرنے کی ضرورت ہے لیکن اس طرف تبھی مسلسل غفلت برتی گئی ہے۔ ان سب کا یہ نتیجہ ہے کہ تقسیم کے وقت فی کس پانی کی فراہمی 5000 کیوبک میٹر تھی جواب 1999ء میں 1200 کیوبک میٹر رہ گئی ہے اور خطرہ ہے کہ 2025ء تک 800 کیوبک میٹر تک گر جائے گی۔ اگر پانی کی فراہمی ، اس کی تقسیم اور اس کے استعمال کے بارے میں موثر حکمت عملی تیار نہیں کی جاتی تو ہم بہت بڑی تباہی کی طرف بیگ ٹٹ بڑھتے جائیں گے۔ (العیاذ باللہ )

اس سلسلے میں کالا باغ ڈیم کا مسئلہ بحث میں ایک مرکزی حیثیت اختیار کر گیا ہے اور اسے ایسا سیاسی رنگ دیدیا گیا ہے کہ اب ڈور کو سلجھا رہے اور سرا ملتا نہیں

اس باب میں مزید بے یقینی مہلک ہے۔ اگر اتفاق رائے کی کوئی صورت نہیں تو متبادل حکمت عملی کی فی الفور تیاری کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اس سلسلے میں فنی ماہرین اور سیاسی قیادت کو سر جوڑ کر ایک فیصلہ کرنا چاہئے اور چین کی طرح چھوٹے ڈیم کی حکمت عملی کا بھی گہری نظر سے جائزہ لینا چاہئے. اس لئے بھی کہ بڑے ڈیم کے لئے بیرونی قرضوں، ماہرین اور کمپنیوں پر انحصار ناگزیر ہوگا جبکہ چھوٹے ڈیموں کے لئے جو ایک اندازے کے مطابق 30 سے 40 بن سکتے ہیں انجینئر اور ملکی صنعت سے حاصل ہونے والی مشینری کافی ہو سکتی ہے۔ اس سے ہزاروں لاکھوں افراد کو روزگار بھی میسر آسکتا ہے، مل سکتا ہے ، خود انحصاری کی طرف ایک موثر قدم بڑھایا جاسکتا ہے اور بیرونی قوتوں کے boost ملکی صنعت کو ایک جال ۔ جاسکتا۔ سے بچایا ملکی مفاد کے ہے۔ ضرورت اجتہادی بصیرت اور ملکی مطابق صحیح ترجیحات قائم کر کے فیصلہ کرنے اور اس پر عمل کرنے کے لئے سرگرم ہو جانے کی ہے۔